غزل

وادیٔ عشق میں ہم وحشتِ جاں تک پہنچے
چاہنے والے ترے دیکھ کہاں تک پہنچے

صرف اتنی سی ہے رودادِ سفر اے ہمدم
موسمِ گل سے چلے عہدِ خزاں تک پہنچے

رفعتِ علم و ہنر تم کو مبارک ہو مگر
اِک نظر ایسی بھی جو سوزِ نہاں تک پہنچے

اَپنی خامی کا فتور اس سے بڑا کیا ہو گا
راحتیں چھوڑ کے ہم آہ و فغاں تک پہنچے

دولتِ دیں کو گنوا کر یہ ترقی کیسی
دیکھئے قوم تنزل میں کہاں تک پہنچے

عہدِ حاضر کا زوال اور بھلا کیا ہو گا
صدق رخصت ہوا اور لوگ گماں تک پہنچے

عظمتِ رفتہ کے رہرو سے کوئی یہ کہہ دے
جس جگہ سلسلہ ٹوٹا تھا وہاں تک پہنچے

فکر انگیز ہے ذلت کی کہانی خالدؔ!!
چھوڑ کر تیغ و سناں عشقِ بُتاں تک پہنچے

پروفیسر خالد شبیر احمد